حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبۂ رحم

جناب غزل کاشمیری صاحب اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

(۲)

آنحضرتؐ کے گھر کا تمام کاروبار حضرت بلالؓ کے سپرد تھا۔ روپیہ پیسہ جو کچھ بھی آتا اُن کے پاس ہوتا تھا۔ ناداری کی حالت میں وہ بازار سے سودا سلف قرض لاتے اور جب کہیں سے کوئی رقم آجاتی تو اس سے ادا کر دیتے۔ ایک دفعہ بازار جا رہے تھے ایک مشرک نے دیکھا تو کہا کہ تم قرض لیتے ہو تو مجھ سے لیا کرو۔ اُنہوں نے قبول کر لیا۔ ایک دن اذان دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو وہ مشرک چند سوداگروں کے ساتھ آیا اور بلالؓ سے کہا "او حبشی"! انہوں نے اس بدتمیزی کے جواب میں لبیک کہا۔ بولا "کچھ خبر ہے وعدہ کے صرف چار دن باقی رہ گئے ہیں۔ تم نے اس مدت میں قرضہ ادا نہ کیا تو بکریاں چروا کر چھوڑوں گا"۔ بلالؓ عشاء پڑھ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور سارا حال بیان کر کے کہا کہ خزانہ میں کچھ نہیں ہے۔ کل وہ مشرک آکر مجھ کو بے شرم کرے گا۔ اس لیے مجھ کو اجازت ہو کہ میں کہیں نکل جاؤں۔ پھر جب قرضہ ادا کرنے کا سامان ہو جائے گا تو میں واپس آجاؤں گا۔ غرض رات کو جا کر سو رہے اور سامانِ سفر یعنی تھیلا جوتی، ڈھال سر کے نیچے رکھ لی۔ صبح اُٹھ کر سفر کا سامان کر رہے تھے کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ آنحضرتؐ نے یاد فرمایا ہے۔ یہ گئے تو دیکھا کہ چار اُونٹ غلّہ سے لدے ہوئے دروازے پہ کھڑے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ مبارک ہو یہ اُونٹ رئیس فدک نے بھیجے ہیں۔ بلالؓ نے بازار میں جا کر تمام چیزیں فروخت کیں اور مشرک کا قرضہ واپس کر کے مسجد نبوی میں آئے اور آنحضرتؐ سے عرض کی کہ سارا قرضہ ادا

ہو گیا ہے۔ یہ واقعہ فدک کی فتح کے بعد کا ہے، جو ہجرت کا ساتواں سال ہے۔ حضرت بلالؓ آنحضرتؐ کے مقرب خاص اور گھر کے منتظم تھے۔ ایک مشرک آپ کو حبشی کہہ کر پکارتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھ سے بکریاں چروا کر چھوڑوں گا۔ حضرت بلالؓ اُس کی تنگ گیری کے ڈر سے بھاگ جانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ یہ باتیں سنتے ہیں، لیکن مشرک کی نسبت ایک لفظ نہیں فرماتے، اور نہ ہی بلال کی حمایت اور دلدہی کی تدبیر کرتے ہیں۔ اتفاق سے غلہ آ جاتا ہے اور مشرک کا قرضہ ادا ہو جاتا ہے اور اس کی بدزبانی اور سخت گیری سے درگذر کیا جاتا ہے۔ یہ حلم یہ عفو یہ تحمل رحمت عالم کے سوا کس سے ہو سکتا ہے؟

خلق عمیم میں کافر و مسلم، دوست و دشمن، عزیز و بیگانہ کی تمیز نہ تھی۔ ابر رحمت دشت و چمن میں یکساں برستا تھا۔ یہود کو آنحضرتؐ سے جس شدت کی عداوت تھی اس کی شہادت غزوۂ خیبر تک کے ایک ایک واقعہ سے ملتی ہے۔ لیکن آپ کا طرزِ عمل مدت تک یہ رہا کہ جن اُمور کی نسبت مستقل حکم نازل نہ ہوتا آپ اُن میں اہلِ کتاب کی تقلید فرماتے۔

ایک دفعہ ایک یہودی نے بر سر بازار کہا "قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی"۔ ایک صحابی یہ کھڑے سن رہے تھے اُن سے رہا نہ گیا۔ اُنھوں نے پوچھا "محمدؐ پر بھی"۔ اُس نے کہا "ہاں"۔ انھوں نے غصہ میں ایک تھپڑ اُس کے مار دیا۔ آنحضرتؐ کے عدل اور انصاف اور اخلاق پر دشمنوں کو بھی اس درجہ اعتبار تھا کہ وہ یہودی سیدھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ عرض کیا۔ آپؐ نے صحابی کی سرزنش کی۔

ایک یہودی کا لڑکا بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اُس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ گویا باپ کی رضامندی دریافت کر رہا ہو۔ اُس نے کہا کہ آپؐ جو فرماتے ہیں اُس کو بجا لاؤ، چنانچہ اُس نے کلمہ پڑھا۔ ایک دفعہ سر راہ ایک یہودی کا جنازہ گذرا تو آپؐ کھڑے ہو گئے۔ ایک دفعہ چند یہودی آپ کی خدمت میں آئے اور شرارت سے السلام علیکم کے بجائے السام علیکم (تم پر موت ہو) کہا۔ غصہ میں آ کر حضرت عائشہؓ نے سخت جواب دیا، لیکن آپ نے روکا اور فرمایا! "عائشہ سخت زبان نہ بنو، نرمی کرو۔ اللہ تعالیٰ ہر بات میں نرمی پسند کرتا ہے"۔

یہودیوں کے ساتھ داد وستد کرتے تھے۔ ان کے سخت اور ناجائز تقاضوں اور درشت کلمات کو برداشت کرتے تھے۔ یہودیوں اور مسلمانوں میں اگر اختلافِ معاملات ہوتا تو مسلمانوں کی بلاوجہ طرف داری نہ فرماتے۔ ایک دفعہ ایک یہودی نے آکر شکایت کی کہ محمدؐ دیکھو ایک مسلمان نے مجھ کو تھپڑ مارا ہے۔ آپؐ نے اس مسلمان کو زجر فرمایا۔

نصاریٰ کا وفد جب نجران سے مدینہ حاضر ہوا تو آپؐ نے اس کی مہمانداری کی۔ مسجدِ نبوی میں اس کو جگہ دی بلکہ اُن کو اپنے طریق پر نماز پڑھنے کی اجازت بھی دے دی اور جب عام مسلمانوں نے اُن کو اس کام سے روکنا چاہا تو آپؐ نے فرمایا "انھیں مت روکو" یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانے پینے، نکاح و معاشرت کی اجازت دی۔

جانی دشمنوں اور قاتلانہ حملہ آوروں سے عفو و درگزر کا واقعہ محمدؐ کے صحیفۂ اخلاق کے سوا اور کہاں مل سکتا ہے۔ جس شب کو آپؐ نے ہجرت فرمائی کفارِ قریش کے نزدیک یہ طے شدہ تھا کہ صبح محمدؐ کا سر قلم کر دیا جائے، اس لیے دشمنوں کا ایک دستہ خانۂ نبوی کا محاصرہ کیے کھڑا رہا۔ اگرچہ اُس وقت دشمنوں سے انتقام لینے کی آپ میں ظاہری قوت نہ تھی۔ لیکن ایک وقت آیا جب اُن میں سے ایک ایک کی گردن اسلام کی تلوار کے نیچے تھی اور ان کی جان صرف آنحضرتؐ کے رحم و کرم پر موقوف تھی، لیکن ہر شخص کو معلوم ہے کہ ان میں سے کوئی شخص اس جرم میں کبھی مقتول نہیں۔

ہجرت کے دن قریش نے آنحضرتؐ کے سر کی قیمت مقرر کی تھی اور اعلان کیا تھا کہ جو محمدؐ کا سر لائے گا یا زندہ گرفتار کرے گا اُس کو سو اونٹ انعام دیے جائیں گے۔ سراقہ بن جعشم پہلے شخص تھے جو اس نیت سے اپنے صبا رفتار گھوڑے پر سوار ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے آپؐ کے قریب پہنچے۔ آخر دو تین دفعہ کرشمۂ اعجاز دیکھ کر اپنی نیت بدلی اور توبہ کی اور خواہش کی کہ مجھے سند امان لکھ دی جائے۔ چنانچہ سندِ امان لکھ کر اُن کو دے دی گئی۔ حالانکہ وہ اس کے آٹھ سال بعد فتح مکہ کے موقع پر حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے اور اس جرم سے متعلق ایک حرف بھی درمیان میں نہیں آیا۔

عمیر بن وہب آنحضرتؐ کا سخت دشمن تھا۔ مقتولینِ بدر کے انتقام کے لیے جب قریش

بے تاب تھے تو صفوان بن اُمیہ نے اس کو بیش بہا انعام کے وعدہ پر مدینہ بھیجا تھا کہ وہ چپکے سے جا کر نعوذ باللہ آنحضرتؐ کا کام تمام کر دے۔ عمیر اپنی تلوار زہر میں بجھا کر مدینے آیا۔ لیکن وہاں پہنچنے کے بعد اس کے تیور دیکھ کر لوگوں نے پہچان لیا۔ حضرت عمرؓ نے اُن کے ساتھ سختی کرنی چاہی لیکن آپؐ نے منع فرمایا اور اپنے قریب بٹھا کر اس سے باتیں کیں اور اصلی راز ظاہر فرمایا۔ یہ سن کر وہ سناٹے میں آگیا۔ لیکن آپؐ نے اس سے کوئی تعرض نہ فرمایا۔ یہ دیکھ کر وہ اسلام لے آیا اور مکہ میں جا کر دعوتِ اسلام پھیلائی۔ یہ واقعہ ۳ھ کا ہے (کچھ واقعہ پیچھے گزر چکا ہے)۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپؐ کے قتل کا ارادہ کیا۔ صحابہؓ اس کو گرفتار کر کے آنحضرتؐ کے سامنے لائے۔ وہ آپؐ کو دیکھ کر ڈر گیا۔ آپؐ نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ڈرو نہیں اگر تم مجھے قتل کرنا بھی چاہتے تو نہیں کر سکتے تھے صلح حدیبیہ کے زمانہ میں ایک دفعہ اسّی آدمیوں کا ایک دستہ منہ اندھیرے "جبلِ تنعیم" سے اُتر کر آیا اور چھپ کر آنحضرتؐ کو قتل کرنا چاہا، اتفاق سے وہ لوگ گرفتار ہو گئے لیکن آنحضرتؐ نے اُن کو چھوڑ دیا اور کچھ تعرض نہ فرمایا۔ قرآن مجید کی یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم

اسی خدا نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک لیے

دشمنوں کے حق میں بددعا کرنا انسان کی فطری عادت ہے، لیکن آنحضرتؐ کا درجہ عام انسانوں سے بدرجہا بلند ہے۔ جو لوگ آپ کو گالیاں دیتے آپ اُن کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں اور جو اُن کے تشنۂ خون ہوتے وہ اُن سے پیار کرتے ہیں۔ ہجرت سے قبل مکّہ میں مسلمانوں پر اور خود آنحضرتؐ پر جو بہیم مظالم ہوتے رہے تھے اس داستان کے دہرانے کے لیے بھی سنگدلی درکار ہے۔ مکّی دور میں خباب بن ارت ایک صحابی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ دشمنوں کے حق میں بددعا فرمایئے۔ یہ سن کر چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا۔ ایک دفعہ چند صاحبوں نے مل کر اسی قسم کی بات کہی تو فرمایا "میں دُنیا کے لیے لعنت نہیں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" وہ قریش جنہوں نے آپ کو تین برس تک محصور رکھا اور آپ کے پاس

غلہ کا ایک دانہ بھی بھیجنے کے روادار نہ تھے۔ ان کی شرارتوں کی پاداش میں مکہ میں اس قدر قحط پڑا کہ لوگ ہڈی اور مردار کھانے لگے۔ ابوسفیان نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی کہ محمدؐ تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ خدا سے دُعا کرو کہ یہ مصیبت دُور ہو جائے۔ آپؐ نے بلا عذر دُعا کے لیے فوراً ہاتھ اُٹھائے اور خدا نے اس مصیبت سے ان کو نجات دی۔

جنگ اُحد میں دشمنوں نے آپ پر پتھر پھینکے، تیر برسائے، تلواریں چلائیں، دندان مبارک کو شہید کیا، جبین اقدس کو خون آلود کیا لیکن ان حملوں کا وار آپؐ نے جس ڈھال پر روکا وہ صرف دعا تھی۔ عموماً آپ یہ دُعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

خدایا میری قوم کو ہدایت دے، یہ نادان ہیں۔

دوس کا قبیلہ یمن میں رہتا تھا۔ طفیل بن عمرو دوسی اس قبیلہ کے رئیس تھے، وہ قدیم الاسلام تھے۔ مدت تک وہ اپنے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، لیکن وہ قبیلہ اپنے کفر پر اَڑا رہا۔ ناچار وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور قبیلے کی حالت عرض کر کے گذارش کی کہ اُن کے حق میں بددُعا فرمایئے۔ لوگوں نے یہ سُنا تو کہا کہ اب دوس کی بربادی میں کوئی شک نہیں رہا۔ لیکن رحمتِ عالم نے جس انداز میں دُعا فرمائی۔ وہ یہ الفاظ تھے:

اللھم اھد دوسًا وأتِ بھم

خدا وندا دوس کو ہدایت کر اور اُن کو یہاں لا۔

مسیحؑ نے کہا تھا "میں امن کا شہزادہ ہوں"۔ لیکن شہزادۂ امن کی اخلاقی حکومت کا ایک کارنامہ بھی اس کے ثبوت میں محفوظ نہیں۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خود خدا نے فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اے محمدؐ! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس ذاتِ بابرکات نے کہا:

"لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا"

"تم ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، ایک دوسرے کے خلاف سازشیں نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔"

أَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا

"لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو تب مسلمان ہو گے۔"

ایک اعرابی آپ کے پیچھے نماز پڑھ کر اُونٹ پر سوار ہو کر جانے لگا تو کہا "اے اللہ مجھ پر اور محمدؐ پر رحمت بھیج اور ہماری رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کر"۔ آپؐ نے فرمایا "یہ زیادہ بھٹکا ہوا ہے یا اس کا اُونٹ"۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک بدو نے کہا "اے اللہ صرف مجھ کو اور محمدؐ کو بخش دے" آپؐ نے فرمایا "تم نے خدا کی رحمت کو تنگ کر دیا ہے"۔

مندرجہ بالا واقعات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخالفین حتیٰ کہ جانی دشمنوں سے درگذر کر سکتے ہیں تو ہم جو اُن کے پیروکار کہلاتے ہیں کیوں نہ آپس کے اختلافات میں درگذر سے کام لیں اور ایک دوسرے کے قول کو ہمدردی سے سنیں؟ ہر سال یہ خبریں سننے میں آتی ہیں کہ فلاں جگہ شیعوں نے سنیوں پر حملہ کر دیا۔ اتنے لوگ گرفتار ہوئے ہیں۔ پولیس نے مسجد یا امام باڑہ میں لاٹھی چارج کیا وغیرہ وغیرہ۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم مسلمان کہلانے کے ساتھ ساتھ شیعہ سُنی کہلاتے ہیں ۔ اسلام میں تو کوئی فرقہ ہے ہی نہیں ۔ کسی فرقہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا ہی سب سے بڑا گناہ ہے۔ اگر اُمت میں کہیں فقہی یا فروعی اختلاف ہے تو مسلمان ہونے کے ناطے اسے ہمدردی سے سُنا جائے اور صبر و تحمل کے ساتھ اس کا جواب دیا جائے۔ کیا تہذیب و شائستگی ہم سے دُور ہو گئی ہے؟ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار کہلانے کے قطعاً مستحق نہیں ہیں۔ ہم اپنے نفس، مفادات اور اپنی ذات کے پیروکار ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ